اقبال، بنگال اور مغربی بنگال اردو اکاڈمی

ڈاکٹر صباح اسماعیل ندوی

علامہ اقبال غیر منقسم ہندستان کے ایک ایسے درِ نایاب، بطل جلیل اور جاں نثار سپوت تھے جن پر جنت نشان ہندستان کے ہر باشندے کو فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔ سرزمین ہندستان کی تاریخ میں اقبال جیسا عظیم شاعر نہ ان سے پہلے پیدا ہوا اور نہ ان کے بعد۔ اقبال کو محض شاعر کہنا بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ صرف شاعر نہیں تھے۔ شاعری کو تو انہوں نے بس اظہارِ خیال کا وسیلہ بنایا تھا۔ مولانا عبد الماجد دریابادی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ''اقبال باوجود اتنا بڑا اور مشہور شاعر ہونے کے، شاعر نہیں ہے، بلکہ اپنے پیام سے مقام نبوت کی جانشینی کا حق ادا کر رہا ہے۔ اقبال نے پیغمبرانہ اور الہامی شاعری کا جو نمونہ و مجموعہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس نے انہیں ایک بے مثال رتبۂ بلند عطا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے بجا فرمایا ہے کہ ''اگر چہ اقبال نے اپنے شعر میں ہمیشہ عقل سے نفرت اور جنون سے رغبت پیدا کرنے کی ہدایت کی لیکن اس کی ہر نظم عقل وحکمت پر مبنی تھی۔ اس کا کلام اردو زبان میں ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ اس نے مردہ دلوں کو زندہ کیا ہے۔''

اقبال 9 نومبر 1877 میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اقبال نے ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ پھر اس کے بعد لاہور گئے۔ اس کے بعد حصول علم کیلئے انگلستان اور جرمنی بھی گئے۔ اخیر زمانہ میں اسپین، فرانس، اٹلی، فلسطین اور افغانستان بھی گئے۔ ہندستان کے مشہور علاقوں میں دہلی، مدراس، میسور، بنگلور، سرنگا پٹنم، بھوپال اور حیدرآباد کا دورہ کیا مگر بنگال آنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔

اقبال خود تو کبھی ارض بنگالہ کا سفر نہیں کر سکے مگر ان کی دل کش ودل نشیں شاعری بنگال کے ہر گھر ہر فرد تک ضرور پہنچ گئی اور اس نے ساکنان ارض بنگالہ کے دلوں میں ایسا گھر کیا کہ اقبال ہر انسان کے اولین محبوب شاعر بن گئے۔

میں اپنی اس بات کے لئے دلائل جمع کروں تو ایک بسیط کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ میں فی الوقت صرف ایک واقعہ کا ذکر کروں گا۔ یہ واقعہ خود ہزار دلیلوں پر بھاری ہے۔ 21/ اپریل 1938 کو اقبال زیارت حرمین شریفین کی خواہش دل میں بسائے ہوئے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اقبال کے انتقال پر ملال کی خبر پوری علمی وادبی اور سیاسی ودینی دنیا پر سکوت طاری کر گئی۔ اہل کلکتہ پر بھی یہ خبر بجلی بن کر گری۔ کلکتہ والوں کو یہ خبر دن میں کلکتہ خلافت کمیٹی کے ذریعہ ملی اور آناً فاناً شہر کا بڑا حصہ سوگ میں ڈوب گیا۔ اہل کلکتہ نے اس موقع پر پارک سرکس میدان میں جتنی بڑی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اس سے بڑی غائبانہ نماز جنازہ نہ اس سے پہلے دیکھی گئی نہ اس کے بعد۔ اس نماز جنازہ میں پچاس ہزار سے زائد لوگ شریک ہوئے۔ میدان کے باہر ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلم مرد وعورت بھی موجود تھے جو ان کی

وفات حسرت آیات پر آنسو بہا رہے تھے۔

غائبانہ نماز جنازہ کے معاً بعد پارک سرکس میں تعزیتی جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت محمد علی جناح نے کی۔ اس کے بعد ایک مہینے سے زیادہ تک اقبال کے تعلق سے تعزیتی محفلیں منعقد ہوتی رہیں۔ اکثر اہم علمی اداروں نے باقاعدہ اظہارِ افسوس کیا۔ شانتی نکیتن وشو بھارتی یونیورسٹی وغیرہ نے باقاعدہ یونیورسٹی میں تعطیل کا اعلان کیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اقبال کی وفات لاہور میں نہیں بلکہ کلکتہ میں ہوئی تھی۔

اس موقع پر بنگال کے مشہور شاعر و ادیب ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور اور عظیم بنگالی مجاہد آزادی سبھاش چندر بوس نے تعزیتی پیغامات پیش کر کے خراج عقیدت پیش کیا۔

شیر بنگال اے کے فضل الحق نے کہا:

''اقبال دنیائے ادب کا ایک اہم ستون تھے۔ اقبال کی وفات علمی و ادبی دنیا کا ایک بہت بڑا نقصان اور ایک عظیم قومی سانحہ ہے۔''

سید عزیز الحق اور حبیب اللہ جو بعد میں مشرقی پاکستان کے کیبنٹ ممبر بنے۔ انہوں نے کہا: ''ایک طاقت کا مینارہ گر گیا۔ ایک شاعر، ایک فلسفی اور ایک پیدائشی مجاہد کو موت کے ظالم ہاتھوں نے ہم سے چھین لیا۔ اقبال کا قومی ترانہ جو انہوں نے اردو میں لکھا ہے اس نے ہر بنگالی گھر میں قومی جوش و ولولہ پیدا کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ اقبال اردو کے نہیں بلکہ بنگلہ زبان کے شاعر و مفکر تھے۔''

وفات اقبال کے چند سالوں کے بعد ملک ہندستان ان ظالم انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہو گیا جنھوں نے عرصہ دراز سے ہندستانیوں کو قعر مذلت میں زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا تھا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہندستان کی آزادی جن مجاہدین کی ناقابل فراموش کوششوں کی رہین منت ہے ان میں سب سے بڑا نام اس اقبال کا ہے جس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اپنے ملک کے باشندوں کے دلوں میں جذبہ آزادی جگانے میں صرف کر دیا تھا۔ 1947 میں انگریزوں نے اس ملک کو آزاد تو کر دیا مگر جاتے جاتے ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا۔ اس تقسیم کی وجہ سے ملک ہندستان کو جو نقصانات ہوئے ان میں سب سے بڑا نقصان ''اقبال کا نقصان'' تھا۔ اقبال لاہور میں دفن تھے اور لاہور پاکستان کے حصے میں چلا گیا۔

پاکستان نے اقبال اور کلام اقبال کو سر آنکھوں پر رکھا۔ شاید اسی لئے اقبال اور کلام اقبال کو جو مقام ہندستان میں ملنا چاہیے تھا اس سے تھوڑا کم ملا۔ اس پورے عرصے میں بعض منظّم اور غیر منظّم کوششوں کے باوجود اقبال کو گمنامی کے غار میں دھکیلنے کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ اقبال کے زندہ کلام نے ان کو کبھی مرنے نہیں دیا۔ بلاشبہ اقبال کی سینکڑوں ایسی نظمیں ہیں جو ان کو کبھی مرنے نہیں دیں گی مگر ان میں سے ان کی مشہور نظم ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' ایک ایسی نظم ہے جو رہتی دنیا تک ہر ہندستانی کے دل میں اقبال کی محبت پیدا کرنے اور اس کا اقبال بلند کرنے کے لئے کافی ہے۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ مغربی بنگال اردو اکاڈمی نے اقبال کو ان کی مشہور زمانہ نظم ''ترانہ ہندی'' کے لئے بعد از مرگ ایوارڈ دینے کا جرات مندانہ اقدام کیا۔ اقبال کے نور نظر جاوید اقبال اپنی شدید خواہش کے باوجود اپنی پیرانہ سالی اور صحت کی خرابی کے سبب شریک جلسہ

نہیں ہو سکے۔ان کی نیابت ان کے فرزند ارجمند پروفیسر ولید اقبال نے کی اور یہ ایوارڈ انہوں نے وزیر اعلیٰ مغربی بنگال محترمہ ممتا بنرجی کے ہاتھوں وصول کیا۔اس موقع پر مغربی بنگال اردو اکاڈمی نے ایک یادگار سہ روزہ ''جشن اقبال'' کا انعقاد بھی کیا جس میں پوری دنیا سے ادباء وشعراء شریک ہوئے اور اقبال کو خراج عقیدت پیش کیا۔

ہندستان کی آزادی کے بعد یہ پہلا سرکاری ایوارڈ ہے جس کے ذریعہ اقبال کے جذبۂ حب الوطنی اور بے مثال شاعری کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔اقبال شناسوں کی جانب سے حکومت مغربی بنگال قابل مبارک باد ٹھہرتی ہے کہ اس نے دیر سے ہی سہی مگر ایک اہم اور ضروری کام انجام دیا۔اقبال نے یہ نظم 1904 میں لکھی تھی اور یہ ویکلی ''اتحاد'' میں شائع ہوئی تھی۔سو سال سے زائد تک اس نظم نے محبّ وطن ہندوستانیوں کے جذبہ وطن دوستی کو تسکین کا سامان فراہم کیا ہے۔حکومت مغربی بنگال نے خصوصی ایوارڈ کے ذریعہ ایک فرض کفایہ ادا کیا ہے۔اب کوئی عاشق اقبال یہ تو نہیں کہہ سکے گا کہ جس ہندستان کو اقبال نے ''سارے جہاں سے اچھا'' جیسا لافانی ترانہ دیا اس ملک نے کبھی اس کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔